ظفر اللہ قادیانی اور لیاقت علی خان قتل کیس

صاحبزادہ طارق محمود

پاکستان کے پہلے وزیراعظم لیاقت علی خان کا قتل ہماری تاریخ کا المناک باب ہے۔ یہ پہلا سیاسی قتل قومی سانحہ اور ملی المیہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ چونکہ لیاقت علی خان محب وطن اور ایک مضبوط رہنما تھے' جنہوں نے سالہا سال قائداعظم کی رفاقت میں کام کیا تھا' اس لیے انہیں راہ سے ہٹانے کے لیے ٹھکانے لگا دیا گیا۔ لیاقت علی خان کو راولپنڈی کے جلسہ عام میں اس وقت گولی مار کر شہید کیا گیا' جب وہ عوام سے خطاب کے لیے کھڑے ہوئے تھے۔ وزیراعظم لیاقت علی خان کا قتل چونکہ سوچی سمجھی سازش کا نتیجہ تھا' اس لیے ان کے قتل کیس کو اس قدر پیچیدہ بنا دیا گیا کہ لیاقت علی خان کے حقیقی قاتل منظر عام پر نہ آ سکے۔

وزیراعظم لیاقت کا قتل درحقیقت پاکستان کی سالمیت' استحکام اور اس کے دفاع کا قتل تھا۔ لیاقت علی خان کے قتل سے پاکستان کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا۔

o...... لیاقت علی خان کے قتل کے بعد ملک میں شخصی آمریت کی راہیں ہموار ہوئیں۔ دستوری' آئینی اور قانونی قدروں کو پائمال کیا گیا۔

o...... لیاقت علی کے بعد وہ لوگ برسراقتدار آئے' جنہوں نے ملک کو امریکہ و برطانیہ کی جھولی میں ڈال کر ملک کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے معاشی و اقتصادی طور پر گروی رکھ دیا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم آج تک امریکہ کے اقتصادی چنگل سے آزاد نہیں ہو سکے۔

o...... لیاقت علی کے بعد برسراقتدار آنے والوں نے قادیانیوں کو تحفظ دیا۔

o...... قادیانی گروہ کا عمل دخل پاکستان کی انتظامی مشینری میں بنیادی حیثیت اختیار کر گیا۔

سول سروسز' بالخصوص وزارت خارجہ اور فوج کے کلیدی عہدوں پر قادیانیوں کی اکثریت براجمان ہوگئی۔ یہاں تک کہ قادیانی اقتدار کے خواب دیکھنے لگے۔

○...... وزیراعظم لیاقت علی خان قادیانیوں کے خفیہ عزائم اور مشکوک سرگرمیوں سے باخبر ہو چکے تھے۔ خاص طور پر چوہدری سر ظفر اللہ خان وزیر خارجہ کی من مانی پالیسیوں اور کردار کی حقیقت ان پر واضح ہو چکی تھی۔

○...... وزیراعظم لیاقت علی خان نے کشمیر کے مسئلہ پر واضح اور ٹھوس موقف اختیار کیا تھا اور وہ ہندوستان کو آنکھیں دکھانے والے اور مکا لہرانے والے پہلے وزیراعظم تھے۔ ہندوستانی حکومت لیاقت علی خان کو اپنے لیے مستقل خطرہ تصور کرنے لگی تھی۔

روزنامہ ''جنگ'' نے ہفت روزہ ''تکبیر'' 1986ء کراچی کے حوالہ سے مضمون شائع کیا' جس میں پاکستان کے سراغرساں جیمز سالومن ونسنٹ کی یادوں کے حوالے سے بتایا گیا کہ پاکستان کے پہلے وزیراعظم لیاقت علی خان کو سید اکبر نے نہیں' بلکہ کنزے نامی جرمن قادیانی نے قتل کیا تھا۔ لیاقت علی خان کے قتل سے متعلق یہ رپورٹ آج بھی سنٹرل انٹیلی جنس کراچی میں موجود ہے۔ (نوٹ: یہ رپورٹ سنٹرل انٹیلی جنس کراچی میں یقیناً نہیں ملے گی کیونکہ قادیانیوں کے لمبے ہاتھوں نے ایسی دستاویز کو غائب کروا دیا ہوگا) جیمز سالومن کے اس انکشاف نے سیاسی حلقوں کو حیرت زدہ کر دیا کیونکہ ''لیاقت قتل کیس'' کو الجھانے کے لیے سید اکبر کو موقع پر ہلاک کر کے لیاقت علی خان کا قاتل مشہور کر دیا گیا۔ جیمز سالومن کا بیان حسب ذیل ہے:

> ''پاکستان کے پہلے وزیراعظم لیاقت علی خان کو سید اکبر نے نہیں بلکہ ایک جرمن قادیانی کنزے نے قتل کیا تھا۔ کنزے کی پرورش قادیانی لیڈر سر ظفر اللہ نے کی تھی۔ یہ انکشاف کراچی سے شائع ہونے والے ایک جریدے میں پاکستان کے سراغرساں جیمز سالومن نے کیا ہے کہ اس جرمن شخص نے عیسائیت ترک کر کے قادیانی مذہب اختیار کیا تھا اور قادیانی گھرانے میں شادی کے بعد وہ پاکستان میں مقیم ہوگیا۔ جیمز سالومن کے مطابق کنزے آج کل مشرقی برلن میں قیام پذیر ہے۔ کنزے سر ظفر اللہ کے بھائی چوہدری

عبداللہ کے پاس باقاعدگی سے آیا کرتا تھا' جو اس وقت کراچی میں ایڈیشنل کسٹوڈین تھے۔ انہوں نے کہا کہ اسے گرفتاری سے پہلے ملک سے باہر بھیج دیا گیا۔ جب کمپنی باغ راولپنڈی میں کنزے نے وزیراعظم لیاقت علی خان کو گولی ماری تو پولیس نے' جو پوری طرح ملوث تھی اور وقت کے سازشی سیاست دانوں اور بیوروکریٹس کی ہدایت پر سید اکبر کو گولی مار دی اور پھر سید اکبر ہی قاتل کی حیثیت سے مشہور کر دیا گیا' حالانکہ سید اکبر تو کیموفلاج تھا۔ کنزے نے اس وقت پٹھانوں والا لباس پہن رکھا تھا اور ہماری معلومات کے مطابق وہ وزیراعظم کو قتل کرنے کے بعد سیدھا ربوہ پہنچا اور پھر وہاں سے اسے باہر بھیج دیا گیا۔ کنزے ہمبرگ میں قادیانیوں کے ہتھے چڑھا تھا' جہاں قادیانیوں کی جماعت اسے پاکستان لے آئی اور یہ ربوہ میں تعلیم پاتا رہا۔ جیمز سالومن نے کہا کہ ڈائریکٹر انٹیلی جنس کاظم رضا کی ہدایت پر میں نے جو تفتیش کی' اس میں یہ بات واضح ہو گئی تھی کہ کنزے ہی اصل قاتل ہے مگر سید کاظم رضا اسے گرفتار کرنے سے قاصر رہے۔ میری یہ اوریجنل رپورٹ آج بھی سنٹرل انٹیلی جنس کراچی کے دفتر میں موجود ہے۔'' (روزنامہ ''جنگ'' لاہور' 9 مارچ 1986ء)

گزشتہ دنوں میجر ریٹائرڈ امیر افضل کا ایک سنسنی خیز مضمون بعنوان ''لیاقت علی کا قتل...... تصویر کا دھندلا پہلو'' روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور میں شائع ہوا۔ موصوف حقائق بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''دوسرا تاریخی پہلو یہ ہے کہ کیا سید اکبر لیاقت علی خان کا قاتل تھا؟ ہمارے ایک فقیر قسم کے بریگیڈیئر نوشیروان مرحوم ہوتے تھے۔ ایک دن انہوں نے جنرل ایوب کے سیکیورٹی افسر میجر ظفر اور چند دوسرے اہم افسروں کے سامنے ایک ڈرامہ کیا۔ ہم بات کو نہ سمجھے۔ کہنے لگے: نادانو! بڑے افسروں کے ساتھ پھرتے رہتے ہو' معمولی

> بات نہیں سمجھتے۔ میں نے سید اکبر پر لیاقت کے قتل کے الزام کا ڈرامہ کیا ہے۔ سید اکبر بے چارہ بے قصور تھا۔ اس کو قربانی کا بکرا بنایا گیا' لیاقت علی کو گولی مارنے والے اور تھے' اور سید اکبر کو پولیس والے ایبٹ آباد سے پنڈی اسی غرض سے لائے تھے کہ اس کو قربانی کا بکرا بنائیں وغیرہ...... یہ 1954ء کی بات ہے یعنی لیاقت علی خان کے قتل کے صرف تین سال بعد کی بات ہے۔ بریگیڈیئر صاحب نے مزید کہا کہ لیاقت علی خان کو ان لوگوں نے مروایا جو اس کے بعد برسراقتدار آئے۔" (لیاقت علی خان کا قتل...... تصویر کا دھندلا پہلو" میجر ریٹائرڈ امیر افضل' روزنامہ "نوائے وقت" لاہور' یکم جنوری 1986ء)

میجر ریٹائرڈ امیر افضل کے مضمون اور اس سے پہلے کنزے کی رپورٹ کو سامنے رکھ کر پاکستان کے پہلے وزیراعظم لیاقت علی خان کے قتل کے محرکات اور اسباب کو تلاش کیا جا سکتا ہے۔ لیاقت علی خان کے بعد جو لوگ برسراقتدار آئے' وہ سخت قادیانی نواز تھے۔ انہیں دینی تقدس کے برعکس اقتدار میں زیادہ دلچسپی تھی۔ قیام پاکستان کے بعد قادیانی جماعت نے قدم جمانے شروع کیے۔ جیسا چوہدری ظفر اللہ خان کو وزارت کا قلمدان ملا تو مختلف محکموں اور بالخصوص فوج میں قادیانی افسروں کا اثر ورسوخ اتنا بڑھا کہ قادیانی جماعت اقتدار کے خواب دیکھنے لگی۔ بقول راجہ صاحب محمود آباد: قائداعظم محمد علی جناح چوہدری ظفر اللہ خان کے مشکوک کردار سے آگاہ ہو چکے تھے' لیکن اپنی گرتی ہوئی صحت اور گوناگوں ملکی وقومی مسائل کی بنا پر وہ کوئی قدم اٹھانے سے قاصر تھے۔

مسلم لیگ کی قیادت قادیانی مسئلہ کی نزاکت اور قادیانیوں کے پوشیدہ عزائم و مقاصد سے بے خبر تھی۔ قادیانی فتنہ کا محاسبہ کرنے والے صرف احراری تھے اور وہ بھی معتوب تھے۔ قادیانیوں نے احرار کے خلاف جو زہریلا پراپیگنڈا کر رکھا تھا' اس کے اثرات مسلم لیگ قیادت پر نمایاں تھے۔ ماضی بعید میں احرار اور مسلم لیگ کے متحارب ہونے کی وجہ سے احرار کا مسلم لیگی حکومت سے رابطے کا فقدان تھا۔ مولانا تاج الدین انصاریؒ لکھتے ہیں:

''احرار کی مخلصانہ خدمت نے نواب زادہ لیاقت علی خان مرحوم کو رائے بدلنے پر مجبور کر دیا۔ چنانچہ مرحوم نے اپنے خاص ایلچی کے ذریعہ تبادلہ خیال کے لیے بلا بھیجا۔ بات ہوتی رہی۔ تعلقات بہت بہتر ہونے لگے۔ نوابزادہ مرحوم بڑی احتیاط سے گفتگو کرتے تھے۔ قاضی احسان احمد شجاع آبادی نے ایک روز ان کے سامنے مرزائیت کا پٹارہ کھول کر رکھ دیا۔ مرحوم بہت ذہین انسان تھے۔ مسائل کو بہت جلد سمجھ لیتے تھے۔ قاضی صاحب نے اس بڑی لمبی اور تفصیلی ملاقات کے بعد متعدد بار انہیں مرزائی ریشہ دوانیوں سے خبردار کیا۔ وہ احرار کے بالکل قریب آ گئے۔ انہیں یقین ہو گیا کہ احرار کے خلاف سب سے زیادہ اور خطرناک قسم کا پراپیگنڈا صرف مرزائیوں نے کیا ہے اور اس کی وجہ بھی ظاہر ہے کہ احرار کے سوا باقیوں سے مرزائی اچھی طرح نپٹ لیتے ہیں۔ آخری دنوں میں مرحوم طے کر چکے تھے کہ وہ احرار سے مکمل تعاون کریں گے اور تعمیری کاموں میں احرار کی خدمات حاصل کر لی جائیں گی۔'' (تحریک ختم نبوت 1953ء ص 83 از مولانا اللہ وسایا صاحب)

○ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے حکم پر قاضی احسان احمد شجاع آبادی نے کراچی میں وزیراعظم لیاقت علی خان سے قادیانی مسئلہ پر مذاکرات کیے۔ قاضی صاحب نے قادیانیوں کے مذہبی عقائد اور سیاسی عزائم کے بعض دستاویزی ثبوت لیاقت علی خان کو فراہم کیے۔ لیاقت علی خان کو پہلی مرتبہ قادیانیوں کے ناپاک عزائم کا علم ہوا تو وہ حیران رہ گئے۔ اس ملاقات میں لیاقت علی خان نے قیمتی معلومات کے مہیا کرنے پر قاضی احسان احمد شجاع آبادی کا شکریہ ادا کیا اور حقیقت حال سے آگاہی کے بعد تاریخی جملہ فرمایا ''کہ اب یہ بوجھ آپ کے کندھوں سے اتر کر میرے کندھوں پر آن پڑا ہے۔'' راقم کے والد گرامی مولانا تاج محمود مرحوم اپنے جریدہ میں وزیراعظم لیاقت علی خان اور قاضی احسان احمد شجاع آبادی کی ملاقات کی تفصیل قلمبند کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''خان لیاقت علی خان مرحوم و مغفور کو اپنے آخری دورِ حیات میں چوہدری ظفر اللہ خان کی حقیقت کا علم ہو چکا تھا اور وہ اس طرح ہوا کہ لیاقت علی خاں مرحوم ضلع سیالکوٹ کے ایک قصبہ نارووال کے ریلوے اسٹیشن پر اپنی گاڑی میں ٹھہرے ہوئے تھے' مجلس تحفظ ختم نبوت کے سابق صدر قاضی احسان احمد شجاع آبادی رحمتہ اللہ علیہ بھی ضلع سیالکوٹ کے تبلیغی دورہ پر پہنچے ہوئے تھے' جب قاضی صاحب مرحوم کو معلوم ہوا کہ خان لیاقت علی خاں

مرحوم نارووال کے پلیٹ فارم پر گاڑی میں ٹھہرے ہوئے ہیں اور رات وہیں قیام ہے۔تو قاضی صاحب اپنا قادیانی کتابوں سے بھرا ہوا مشہور ٹرنک ساتھ لے کر پہنچ گئے' وقت مانگا تو 15 منٹ کے لیے ملاقات کا وقت مل گیا۔ قاضی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے ایک صحیح مبلغ کا دماغ اور زبان عطا کی ہوئی تھی۔ خاں صاحب سے قادیانیت کے موضوع پر گفتگو کی۔ قادیانیت کی مذہبی اور دینی حیثیت واضح کرنے کے بعد قادیانیت سے ملک اور اسلام کو جو سیاسی خطرات لاحق تھے' وہ بیان کیے۔ جب گفتگو کرتے آدھ گھنٹہ گزر گیا تو نواب صدیق علی خان جو لیاقت علی خاں کے پولیٹیکل سیکرٹری تھے۔ اندر داخل ہوئے اور عرض کیا کہ قاضی صاحب کی ملاقات کا وقت ختم ہو گیا ہے۔ اور باہر ملاقاتی ملاقات کے لیے بہت بے چین ہیں۔ لیاقت علی مرحوم نے فرمایا کہ سب کی ملاقاتیں منسوخ ان سب کو پھر کوئی دوسرا وقت دیا جائے گا اور اب میں کسی اور سے ملاقات نہیں کروں گا۔ قاضی صاحب سے فرمایا کہ آپ جلدی نہ کریں۔ مجھے اطمینان سے یہ قضیہ سمجھائیں آپ جتنا وقت لیں گے دیا جائے گا۔ قاضی صاحب نے فرمایا: کہ قادیانی امت اور اس کا ایک فرد چوہدری ظفر اللہ خان سب سے پہلے اپنے خلیفہ کے فرمانبردار اور وفادار ہیں۔ نہ کہ آپ کے یا مملکت پاکستان کے۔

دو مثالیں

پھر قاضی صاحب نے مثال کے طور پر دو واقعات کا ذکر کیا۔ پہلا علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ کا کہ وہ کسی زمانہ میں کشمیر کمیٹی کے جنرل سیکرٹری اور خلیفہ قادیان مرزا محمود اس کمیٹی کے صدر تھے۔ بعد میں علامہ اقبال نے اس کمیٹی سے یہ کہہ کر استعفیٰ دیا کہ مجھے یقین ہو گیا ہے کہ ہر قادیانی اولین طور پر اپنے خلیفہ کا وفادار ہے۔ اور دوسرے کسی شخص یا مقصد کا وفادار نہیں ہو سکتا' دوسری مثال قاضی صاحب نے یہ دی کہ کچھ عرصہ پہلے فلسطین کا مسئلہ یو' این' او میں پیش ہو رہا تھا اب ظاہر ہے کہ پاکستان کی قیادت نے عربوں کی ہمیشہ حمایت کی ہے۔ یہاں تک کہ اسرائیل کے وجود نامسعود کو تسلیم ہی نہیں کیا ہے۔ پاکستان کی اسی پالیسی کی وجہ سے چوہدری ظفر اللہ خان کو جو یو' این' او میں پاکستان کے نمائندہ تھے' عربوں کی ڈٹ کر حمایت کرنا تھی لیکن چوہدری ظفر اللہ خان نے بلیک میلنگ کی اور عربوں کو کہا کہ میں

آپ کی تب مدد کر سکتا ہوں' جب میرا خلیفہ ربوہ مرزا محمود مجھے آپ کی مدد کرنے کا حکم دے ان بے چاروں ضرورت کے ماروں نے خلیفہ ربوہ سے بذریعہ تار امداد کی درخواست کی۔ خلیفہ ربوہ نے' یو' این' او میں عرب ڈیلیگیشن کو بذریعہ تار اطلاع دی کہ میں نے آپ کی درخواست کے مطابق چوہدری ظفر اللہ خان کو ہدایت کر دی ہے۔ کہ وہ تمہاری مدد کرے اس تار پر عرب ڈیلیگیشن نے ربوہ کے خلیفہ صاحب کو شکریہ کا تار بھیجا خدا کی قدرت یہ دونوں تار ربوہ کے دفتروں سے کسی نہ کسی طرح اڑ کر ہمارے ہاتھ لگ گئے ہیں۔ اور ان تاروں سے پتہ چلا ہے کہ چوہدری ظفر اللہ خاں تنخواہ پاکستان کے خزانہ سے حاصل کرتا ہے۔ نوکر آپ کا ہے لیکن وفاداری بشرط استواری خلیفہ ربوہ سے ہے اور کام اپنی جماعت کا کر رہا ہے۔ اسے کیا حق پہنچتا تھا کہ وہ آپ کی بجائے خلیفہ ربوہ کا تعارف عربوں سے کراتا' لیاقت علی خان مرحوم نے دونوں تاروں کو دیکھا اور درخواست کی کہ آپ یہ دونوں تار مجھے دے سکتے ہیں۔ قاضی صاحب نے دونوں تار دے دیئے۔

چنانچہ لیاقت علی خاں مرحوم کی شہادت کے بعد چندریگر صاحب نے قاضی احسان احمد صاحب کو پشاور گورنمنٹ ہاؤس میں کہا کہ جو باتیں چوہدری ظفر اللہ خان کے متعلق آپ اور خاں صاحب مرحوم کے درمیان ہوئی تھیں وہ خاں صاحب نے من وعن مجھے بتا دی تھیں۔ اس تفصیل سے یہ بتانا مقصود ہے کہ جب لیاقت علی خان کو حقیقت کا علم ہوا تو انہوں نے چوہدری ظفر اللہ خان کو وزارت سے نکالنے کا فیصلہ کر لیا لیکن وہ چاہتے تھے کہ اس کا تھوڑا سا عوام میں طلسم توڑا جائے تا کہ اسے آسانی کے ساتھ وزارت سے نکال باہر کیا جائے۔

مجھے یاد ہے۔ چنیوٹ کانفرنس کے بعد لاہور میں ایک بہت بڑے جلسہ سے حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ خطاب فرما رہے تھے سر ظفر اللہ خان کا ذکر آیا تو حضرت شاہ صاحبؒ نے یہ مصرعہ پڑھتے ہوئے اس امر کی طرف ایک بلیغ اشارہ فرمایا تھا۔ وہ مصرعہ یہ تھا۔ پہلے میں مشکل میں تھا اب یار تو مشکل میں ہے۔ لیکن خدا کی قدرت کہ لیاقت علی خاں اپنے ارادہ میں کامیاب نہ ہو سکے فرنگی کی حکمت عملی کام کر گئی اور لیاقت علی خاں شہید کر دیے گئے۔

(ہفتہ وار ''لولاک'' ' فیصل آباد' ص 5' جلد 6' شمارہ 43' 13 مارچ 1970ء)